بدائع التفاسیر کی روشنی میں سماجی حسد سے بچنے کے تدابیر کا تحقیقی مطالعہ

Analytical Study of Badā' al-Tafāsīr about Measures to Avoid Social Envy

*امین اللہ **عارف اللہ

Abstract

Like all the physical diseases, which are fatal for a body, all the ethical weaknesses, like avarice, rampage, and malignity are also most harmful for a man. But, amidst these, envy is the malady which, apart from personally, also affects badly the whole society.

Individually, the victim of envy suffers from a high psychological troubles and inner becomes subjected to many diseases. The reaction of envy firstly attacks the envier, rather than the envied person. There can never come affection or consolidation in the society which contains this moral disease: envy. That is why, the Holy Qurā'n directs us to seek refuge from the envy of an envier. The Holy Qurā'n says :(Say, I seek refuge) from the evil of an envier when he envies. The Holy Prophet said: Avoid yourselves from envy, it eats one's good deeds such as a fire eats the wood.

*ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

**ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

In the perspective of the fact that envy is a curse/nemesis for human beings, one must avoid its hazard consequences. What are the causes/tactics to avoid its bad effects? The present article consists of this answer in the light of Badā'-al-Tafāsīr.

Keywords: Social envy, Qurā'n, Hadith, Badā'-ot-Tafāsīr

بدائع التفسیر کا مختصر تعارف

بدائع التفسیر الجامع لما فسّرہ الامام "ابن القیّم الجوزیّہ رحمہ اللہ"، عربی زبان میں ایک معروف و مشہور تفسیر ہے، یہ در حقیقت ان آیات کی تفاسیر کا مجموعہ ہے جن کو ابن القیّمؒ نے اپنی مختلف تصانیف میں مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے۔

یہ تفسیر قرآنی مشکلات کے حل کرنے میں خصوصی طور پر اپنی مثال آپ ہے۔اس کے محققانہ طرز استدلال اور حکیمانہ اسلوبِ بیان سے قرآن مجید کے مطالب آسانی سے دل نشین ہو جاتے ہیں اور کم علمی اور کم فہمی سے پیدا ہونے والے تمام شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔اس تفسیر کو باریک بینی اور استخراج مسائل و احکام میں دوسری تفاسیر پر ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔اس میں اسلاف کے طرز پر عقیدہ کی اصلاح اور بدعت و گمراہی کو دلائل کے ساتھ رد کیا گیا ہے، نیز اس تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال کو ذکر کر کے ان میں حتّی الامکان انضمام اور توافق پیدا کیا گیا ہے۔اور جہاں ممکن ہوا ،وہاں راجح قول کو اختیار کیا گیا ہے۔اس تفسیر کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں تفسیری روایات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

ابن القیمؒ کے حالاتِ زندگی

آپ کا پورا نام تھا: اَبو عبداللہ شمس الدین محمدؒ بن اُبو بکر بن سعد بن حُریزٍ بن مکی الزَّرعی[1] الدمشقی الحنبلی (۶۹۱ھ۔۷۵۱ھ) آپؒ ملکِ شام کے ایک مشہور شہر دمشق[2] میں ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپؒ کو ابن قیّم الجوزیہؒ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد اُبو بکر شہرِ دمشق میں مدرسہ جوزیہ[3] کے قیّم یعنی منتظم اور نگران تھے۔ آپؒ ۷صفر ۶۹۱ھ[4] بمطابق ۲فروری ۱۲۹۲ءکو شام[5] کے جنوب میں ایک قصبہ ازرع میں پیدا ہوئے[6]۔

علامہ ابن قیمؒ ایک جید عالم، باکمال مفسر اور ایک عظیم مدبّر کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ حنبلیؒ مسلک پر عامل بلند پایہ مفسر قرآن، علم نحو کے امام، فن علم الکلام کے اُستاد اور اپنے وقت کے بہت بڑے متکلم تھے۔ علامہ ابن قیمؒ ایک عظیم مجتہد مطلق بھی تھے، جس نے بہت سے اجتہادی مسائل میں استنباط سے کام لیا۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ[7] کے دامنِ علم سے وابستہ ہو کر تمام علومِ دینیہ واسلامیہ کا فیض انہی سے حاصل کیا۔ فن تفسیر میں وہ لاجواب تھے۔ اصول دین سے واقفیت، حدیث، فقہ اور معانی پر نہایت گہری نظر رکھنے والے، مشکل مسائل میں استنباط کرنے میں بے نظیر اور یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ تصوف کے ساتھ بھی خصوصی اور گہرا تعلق تھا۔ اپنے بعض عقائد کی پاداش میں کال کی کوٹھریوں میں بندش کے علاوہ اس نے زنداں کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حد درجہ عبادت گزار اور تہجد پابندی سے پڑھتے تھے۔ قرآن، حدیث اور ایمان کے حقائق کا علم تو گویا اُن ہی کیلئے مخصوص کیا گیا تھا۔ کئی مرتبہ امتحان وایذاء کے سخت ترین مرحلوں سے گزرے مگر پیشانی پر شکن تک نہیں آئی۔ کئی مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی، اور مکہ مکرمہ میں

اقامت بھی اختیار کیا۔اہل مکہ ان کی کثرت طواف وعبادت مدتوں یادرکھا کرتے تھے۔ایک خلقِ کثیر نے ان سے اور ان کے علم سے استفادہ کیا۔

وفات: آپؒ جمعہ کی شب ۱۳رجب ۷۵۱ھ بمطابق ۱۳۴۹ء کو عشاء کی اذان کے وقت ۶۰ سال کی عمر میں دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔آپؒ کی نمازِ جنازہ جامعِ اموی (8) میں پڑھائی گئی اور آپؒ کو اپنی والدہ کے پاس باب الصغیر (9) کے مقبرہ میں دفن کیا گیا (10)۔رحمہ اللہ

بدائع التفسیر کی روشنی میں حاسد اور معاشرتی حسد کے شر سے بچنے کی تدابیر

جس طرح ایک عام انسان کے لئے جسمانی برائیاں نقصان دِہ ہے، اسی طرح اس کے لئے تمام اخلاقی برائیاں بھی مضرِ ہے ، جیسے کینہ، طمع، لالچ، غصّہ اور حسد وغیرہ۔لیکن ان اخلاقی بیماریوں میں حسد ایک ایسی رسوا کن بیماری ہے جس کے مضرِ اثرات تمام معاشرے پر پڑتے ہیں۔حسد یا جلن ایک ایسی ہی موذی مرض ہے جس کا شکار دنیا ہی میں نفسیاتی تکلیف اور اذیت اٹھاتا پھرتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹ کر مختلف ذہنی وجسمانی امراض میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔گویا کہ حاسد کو اپنے حسد کی سزا کا عمل اس دنیا ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے قرآن مجید میں حسد کرنے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگنے کا حکم ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (11) ترجمہ: اور حسد کرنے والے کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔

اسی طرح حضورِ اکرم ﷺ نے حسد سے بچنے کی تاکید یوں فرمائی ہے:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (12)

ترجمہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے سوکھی لکڑی کو آگ۔

لہٰذا دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی اور کامیابی کے لئے حسد جیسی موذی بیماری کی وجوہات کو جاننا اور اس سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنا انتہائی لازمی اور ضروری ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

حسد کے لغوی معنی

"حسد" عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لُغوی معنٰی ہے کینہ، جلن، بدخواہی یا زوال نعمت کی تمنا کرنا یا دوسرے سے نعمت کے زوال اور اپنے لئے حصول کی تمنا کرنا۔(13)

مشہور ڈکشنری القاموس الوحید کے مطابق: حسد کے معنی ہے: کسی کی خوشحالی پر جلنا اور اس کی تمنا کرنا کہ اس کی نعمت و خوشحالی دور ہو کر اسے مل جائے، (14)۔

اِصطلاحِ عام میں حسد اُن خداداد نعمتوں اور ترقیات و بلندی مدارج کے زوال یا ان کے اپنی طرف منتقلی کی آرزو و تمنا یا سعی و کوشش کو کہتے ہیں، جو کسی ہم پیشہ، پڑوسی یا ہم عصر کو علم و ہنر، دولت و ثروت، عہدہ و منصب، عزت و ناموری یا کاروبار و تجارت کے طور پر حاصل ہوئے ہوں۔

حسد کے مراتب

امام غزالیؒ نے حسد کے مندرجہ ذیل چار مراتب بیان کئے ہیں:

(۱) حسد کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ حاسد محسود سے نعمت کے زوال کی تمنا کرے خواہ یہی نعمت اس (حاسد) کو نہ بھی ملے (لیکن محسود سے وہ نعمت زائل ہو جائے) اور یہ حسد کا خبیث ترین مرتبہ ہے۔

(۲)حسد کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ حاسد محسود سے نعمت کے زوال کی خواہش رکھے اور چاہے کہ زائل ہونے کے بعد وہ نعمت اس کو مل جائے، کیونکہ وہ اس نعمت کو مرغوب رکھتا ہے۔ جیسے محسود سے اس کی خوبصورت بیوی، یا خوبصورت گھر زائل ہو کر اس کو مل جائے۔ یہ قسم بھی بالاتفاق مذموم ہے، اور ایسا کرنا گناہ ہے۔

(۳)حسد کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ حاسد محسود سے اپنے لئے نعمت کی زوال نہیں چاہتا بلکہ وہ محسود کی طرح نعمت حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے (کہ اس کو بھی محسود کی طرح وہ نعمت مل جائے) لیکن اگر وہ نعمت کے ملنے سے عاجز آجائے تو وہ (حاسد) یہی چاہتا ہے کہ محسود سے بھی وہ نعمت زائل ہو جائے تاکہ دونوں میں تفاوت اور فرق نہ رہے (کہ محسود کے پاس نعمت رہے اور حاسد کے پاس نہ رہے)۔ حسد کی یہ قسم اگر دنیا کے اس اعتبار سے ہو تو مذموم ہے، لیکن اگر آخرت کے اعتبار سے ہو تو مذموم نہیں۔

(۴)حسد کا چوتھا مرتبہ یہ ہے (جس کو غبطہ اور رشک بھی کہتے ہیں) کہ صاحب نعمت کے پاس نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس کے پاس یہ نعمت رہے، اور مجھے بھی اس کی مثل مل جائے، لیکن اگر اس کو وہ نعمت حاصل نہ ہو جائے تو وہ یہ نہیں چاہتا کہ منعم علیہ (جس پر وہ نعمت کی گئی ہو) سے بھی وہ نعمت زائل ہو (بلکہ اس کے پاس نعمت رہنے کی خواہش رکھتا ہے اگرچہ اس کو نہ مل گیا ہو)۔

یہ چوتھی قسم اگر دنیاوی امور کے لحاظ سے ہو تو معفو عنہ (معاف کیا گیا) ہے، لیکن اگر دین کے کسی امر کے اعتبار سے ہو تو مندوب (مستحب) ہے[15]۔

حسد اور غبطہ (رشک) میں فرق

حسد اور غبطہ (رشک) میں واضح فرق پایا جاتا ہے چنانچہ حسد کے معنی ہے: کسی کی نعمت یا اچھی خصلت کا زوال چاہنا یا اس کے چھیننے کی خواہش کرنا۔ جبکہ غبطہ (رشک) کے معنی ہے: کسی شخص کی نیکی اور خصلت کی آرزو کرنا اور اس جیسا بننے کی کوشش کرنا۔

اسی طرح حسد میں محسود سے نعمت کے زوال کی خواہش ہوتی ہے جبکہ رشک میں وہ نعمت محسود (جس سے حسد کیا جائے) سے چھن جانے یا اس نعمت کو نقصان پہنچ جانے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ چنانچہ حسد ایک منفی، ناپسندیدہ اور مکروہ جبکہ رشک ایک مثبت جذبہ ہے، جو کہ قابلِ تحسین ہے۔

حسد کی مختلف شکلیں اور صورتیں

ہمارے معاشرے میں حسد عام طور پر مندرجہ ذیل صورتوں میں پایا جاتا ہے:

(۱) کسی کی اچھی اور قیمتی اشیاء سے جلنا جیسے اچھا لباس، زیورات، خوبصورت مکان، بیوی، بنگلہ، اور دیگر سامانِ راحت و تعیش وغیرہ۔

(۲) کسی کی ظاہری خوبیوں سے حسد کرنا جیسے اچھی شکل وصورت، وجاہت، قابلیت یا شخصیت کے ظاہری خدوخال وغیرہ۔

(۳) کسی کی باطنی خصوصیات سے حسد کرنا جن میں خوش اخلاقی، ملنساری، بردباری، ہردلعزیزی، دیانت داری، دینداری وعبادت گذاری اور تقویٰ وغیرہ شامل ہیں۔

(۴) کسی کی مالی ترقی سے جلنا: جیسے کاروبار کی ترقی، اعلیٰ تعلیم یا اچھا عہدہ وغیرہ۔

(۵) کسی کے قبیلہ، کنبہ یا اولاد بالخصوص اولادِ نرینہ سے حسد یا اولاد کی ترقی پر جلنا وغیرہ۔

(٦) کسی کی شہرت، عزت، اور بلند مرتبے سے حسد کرنا۔

(۷) کسی کی صحت، تندرستی، اطمینان، خوشی اور راحت سے حسد کرنا اور جلنا۔

(۸) اسکے علاوہ بھی حسد کرنے کی لامحدود صورتیں ہیں جو ایک حاسد ہی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

حسد کے نقصانات

حسد کے بے شمار دنیاوی اور اخروی نقصانات ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حسد ہمیشہ حاسد کو نفرت کی آگ میں جلاتا ہے۔

(۲) حسد کئی نفسیاتی امراض کا باعث بنتا ہے جیسے غصہ، کینہ، ڈپریشن، احساس کمتری، اور چڑچڑاپن۔

(۳) حسد حاسد کو دشمنی کی طرف اور دشمنی فساد اور بگاڑ کی جانب لے جاتی ہے جو گھر اور معاشرے میں فساد پھیلنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۴) حسد دیگر اخلاقی کبیرہ گناہوں کا بھی سبب بنتا ہے جن میں غیبت، بہتان، تجسُّس اور جھوٹ وغیرہ شامل ہیں۔

(۵) حسد انسان کے اندر بزدلی، پست ہمتی، کم ظرفی اور پست وارذل ماحول میں رہنے، پلنے، بڑھنے اور پروان چڑھنے جیسی موذی اور رسوا کن بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

(۶)حسد محسود کے علمی وفکری کارناموں اور قومی وملی خدمات سوچنے والے لوگوں کو طرح طرح سے بد ظن کرتا ہے اوراس کے بارے میں لوگوں کی رائیں مشکوک بناتا ہے۔

(۷)حاسد حسد کی وجہ سے رشک اور حسد کو توازن کے ایک ہی پلڑے میں رکھ کر دونوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے،اور دونوں کو ایک ہی چیز سمجھتا ہے،حالانکہ دونوں کے جائز ہونے اور نہ ہونے میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔

(۸) حسد آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے۔

اس لئے حسد سے اپنے آپ کو بچانا اور دوسروں کو اس کی تلقین کرنا انتہائی ضروری ہے، جس سے معاشرے میں سکون کی فضاء قائم ہوگی،اور لوگ بھائی چارے کی زندگی گزاریں گے۔

حاسد کے شر سے بچاؤ کے تدابیر

حاسد کا شر مندرجہ ذیل دس تدابیر کے ذریعے دفع کیا جاسکتا ہے:

پہلی تدبیر:استعاذہ باللہ(اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگنا)

پہلی تدبیر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حاسد کے شر سے پناہ مانگنا اور اس کی حفاظت میں رہنے کے لئے اس کو آہ وزاری اور التجاء کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پناہ مانگنے والے کی آواز کو سنتا ہے اور جس چیز سے پناہ مانگتا ہے اس کو اچھی طرح جانتا ہے،اور التجاء کرنے والے کی التجاء کو سنتا ہے۔جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوات والتسلیمات نے بڑھاپے میں بیٹا عطاء کئے جانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں پکارا تھا:

إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ۔(16) ترجمہ:۔(بیشک میرا پروردگار دعا سننے والا ہے۔

قرآنِ پاک میں "سَمِيعٌ" کے ساتھ بعض جگہ "عَلِيمٌ" اور بعض جگہ "بَصِيرٌ" مستعیذ کے حال کے مقتضاء کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ مستعیذ اس دشمن سے پناہ چاہتا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا بھی ہے اور اس کے منصوبوں اور شرور سے بھی باخبر ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام کی مناسبت کی وجہ سے " عَلِيمٌ " کا لفظ بڑھا کر اس مستعیذ کے بارے میں یہ خبر دی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) پناہ مانگنے والے کی آواز کو سننے والا ہے، یعنی اس کی آواز کا جواب دینے والا ،اپنے دشمن کی چالوں سے باخبر ہے،اپنے دشمن کو دیکھتا ہے اور اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں،تاکہ مستعیذ کی امیدوں کو آسان بنائے،اور دل سے کئے گئے دعاؤں کو قبول کرے۔

اگر غور کیا جائے،تو معلوم ہوگا کہ (جہاں کسی ایسے دشمن کا ذکر ہے جس کا وجود تو معلوم ہے لیکن اس کو دیکھ نہیں سکتے جیسے شیطان،جو خفیہ طور پر شرارتیں کرتا ہے)اس سے پناہ مانگنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف اور سورۃ حمٓ السجدہ میں "السميع العليم" کے الفاظ ذکر کئے ہیں،اور انسانوں کے شر (جو آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں) سے پناہ مانگنے کے لئے حمٓ سورۃ المؤمن میں "السميع البصير" کے الفاظ آئے ہیں۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ(17)

ترجمہ:۔اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگو بیشک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

اسی طرح سورۃ حمٓ السجدہ میں ارشاد فرمایا:

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ(18)

ترجمہ:۔اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو خدا کی پناہ مانگ لیا کرو بیشک وہ سنتا (اور) جانتا ہے۔

لیکن اس کے خلاف سورۃ مؤمن میں "السَّمِيعُ "کے ساتھ " الْبَصِير " کے الفاظ آئے ہیں ،جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (19)

ترجمہ:۔جو لوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو خدا کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں اور کچھ نہیں (ارادہ) عظمت ہے اور وہ اس کو پہنچنے والے نہیں تو خدا کی پناہ مانگو بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ انسانوں کے افعال ایسے ہیں جو آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں اور اس کا ادراک بھی کیا جاتا ہے اس لئے وہاں "الْبَصِيرُ" کا لفظ لا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے افعال سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ لیکن شیطان کی طرف سے جو نزغ ہے اس سے وساوس مراد ہے، اور وہ خطرات بھی مراد ہے، جو وہ انسانوں کے دلوں میں ڈالتا ہے جس کے ساتھ علم متعلق ہے، اور اس

کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس لئے وہاں پر علیمٌ کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگنے کا حکم کیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ انسانوں اور شیاطین دونوں کے افعال (حسد اور وساوس) سے بچنے اور حفاظت کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ پناہ مانگنے میں ہے۔

دوسری تدبیر: خشیتِ الٰہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل

دوسری تدبیر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کے امر اور نہی کو بجالانا ہے، کیوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا نگہبان اور متولی ہوتا ہے اور اس کو دوسروں کے حوالے نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا [20]

ترجمہ:۔اور اگر تم تکلیفوں کی برداشت اور (ان سے) کنارہ کشی کرتے رہو گے تو ان کا فریب تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا:

احفظ یحفظک، احفظ اللہ تجدہ تجاھدک [21]

ترجمہ: "اگر تم اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو گے تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو گے تو وہ تمہارا نگہبان ہو گا"۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت

کرے گا، اور وہ جہاں طرف بھی مُنہ کرے گا اللہ تعالیٰ کو سامنے پائے گا اور جس کا اللہ تعالیٰ حافظ اور سامنے ہو وہ کس سے ڈرتا ہے؟

تیسری تدبیر: الصبر علیٰ عدوہ (دشمن کے مقابلے میں صبر کرنا)

اپنے دشمن کے مقابلے میں صبر کرنا اور اس کے ساتھ نہ لڑنا اور اس کے ایذاء پہنچانے اور تکلیف دینے کا خیال تک دل میں نہ لانا، اور نفس کا ان تکالیف پر کچھ نہ کہنا، کیونکہ حاسد اور اس کے دشمن کے خلاف مدد اس وقت کی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ پر صبر اور توکل کیا جائے، اور صبر اور توکل علی اللہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہمیشہ دشمن پر فتح اور کامیابی ہوتی ہے۔ بے شک بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی نصرت (انسان کے اپنے تخمینہ اور خیال وسوچ کے بموجب) کس قدر دیر سے پہنچتی ہے، لیکن اس سے گھبرانا نہیں چاہئے، اور دشمن کے بغی (سرکشی) اور عدوان (ظلم) کو دیکھ کر بے صبر نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ جب وہ ظلم کرتا ہے تو یہ ظلم اس محسود کے لئے ایک قوت بن جاتی ہے جس سے باغی (ظلم کرنے والا) اپنے آپ کو قتل کرتا ہے لیکن وہ نہیں سمجھتا۔ تو یہ ظلم اس کے لئے ایک تیر کی حیثیت رکھتا ہے جو ظالم اس کے نفس سے اپنی نفس کو مارتا ہے۔ اگر مظلوم اس کو دیکھ لے تو اس کا ظلم اس کے لئے خوشی کا سبب بنے گا لیکن مظلوم اپنی کوتاہ نظری کے باعث صرف بغی اور عدوان دیکھ سکتا ہے، لیکن اس کا مآل (نتیجہ) اور انجام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس (مظلوم) کی کامیابی پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ [22]

ترجمہ:۔اور جو شخص (کسی کو) اتنی ہی ایذا دے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو خدا اس کی مدد کرے گا۔

توجب اللہ تعالیٰ اس مظلوم شخص کے مدد کا ضامن ہے، جب کہ اس نے ایک مرتبہ بقدر اپنے حق کے انتقام لیا ہو اور پھر اس پر ظلم کیا گیا تو کیسے اس شخص کی مدد نہیں کرے گا جس نے ابتداء میں صبر کیا اور اپنے آپ کو انتقام سے باز رکھا، بلکہ اس پر ظلم کیا گیا اور وہ اس پر صبر کر رہا تھا۔اور گناہوں میں جلد سزاء ملنے والے گناہوں میں سے ظلم اور قطع رحمی سے سخت گناہ نہیں ہیں۔(یعنی یہ دونوں سخت گناہ ہیں جس کی سزاء جلدی مل جاتی ہے)اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ظالم کو سزاء دیتا ہے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ اگر فی المثل ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر ظلم کرے تو خدا کا قانون اس کو ہموار کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

چوتھی تدبیر: توکل علی اللہ (اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا)

چوتھی تدبیر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کو تمام مہمات سے بے فکر کر دیتا ہے۔اگر مخلوق کی طرف سے انسان کو کوئی ایسی تکلیف پہنچے جس کو وہ اپنی طاقت اور قوت سے رفع اور دفع نہیں کر سکتے، تو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اسی کی نصرت کا امیدوار رہنا کامیابی اور فتح مندی کا قوی ترین سبب ہے۔اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے،اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو اور وہ اس کو ہر قسم آفات اور تکالیف سے بچائے تو اس کو اپنے دشمن سے نہیں ڈرنا چاہیئے، کیونکہ اب اس کو صرف وہی تکلیف پہنچے گا جس سے اس کی خلاصی نہیں ہے: جیسے گرمی، سردی، بھوک، پیاس وغیرہ۔

اس لئے کسی ایسی تکلیف جو انسان کے لئے ظاہر میں تکلیف کا باعث ہے، اور ایسی تکلیف جس سے انسان کو شفاء حاصل ہو (کے درمیان) بڑا فرق ہے۔ بعض سلف سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کے لئے اس کا بدلہ اپنے جنس سے بنایا ہے (الجزآء من جنس العمل) (باالفاظِ دیگر ہر عمل کا ردعمل ضرور ہوتا ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس پر توکل کرنے کی وجہ سے بندے کے نفس کی کفایت کو بھی اپنے اوپر لازم کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (23)

ترجمہ:۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اس طرح نہیں فرمایا کہ ہم ان کو اتنا اتنا اجر و ثواب دیں گے جیسا کہ اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے، بلکہ اس (اللہ تعالیٰ) نے اپنی ذات مقدسہ کو متوکل بندے کے لئے کافی اور اس کو حفاظت کرنے والا فرمایا۔ اس لئے اگر انسان اللہ تعالیٰ پر سچے طور سے توکل کرے تو اگر زمین و آسمان مل کر بھی اس کے خلاف کوئی سازش کرے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو ان کی سازش کے شر سے محفوظ رکھ کر اس کی نصرت و مدد فرمائے گا۔

پانچویں تدبیر: قلب (دِل) اور فکر کو حسد سے خالی کرنا

پانچواں سبب یہ ہے کہ اپنے دل کو حاسد کے ساتھ مشغول رکھنے اور اس کے بارے میں کچھ سوچنے سے بالکل بچایا جائے، اور اگر اس قسم کا کوئی خطرہ دل میں پیدا ہو تو اس کے مٹانے کی فکر میں مصروف ہو بلکہ اس کی طرف التفات کرے اور نہ اس سے ڈرے اور نہ اس فکر سے اپنا دل بھرنے کی کوشش کرے۔ اور یہ اس کے شر کو دفع کرنے کا ایک بہترین علاج اور اسباب میں سے ایک قوی سبب ہے

کیونکہ یہ اس شخص کے منزلہ پر ہے، کہ اس کو اس کا دشمن اس لئے ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ وہ اس سے دست و گریباں ہو جائے تو اس صورت میں اگر وہ اپنے دشمن سے گتھم گتھا ہو جائے تو یقیناً وہ بہت تکلیف پائے گا، اور دشمن کو اس پر زور آزمائی کرنے کا موقع مل جائے گا لیکن اگر وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس سے بالکل بے اعتنائی کرے تو اس حالت میں وہ اس کے شر سے بالکل محفوظ رہے گا۔ ارواح کی بھی یہی کیفیت ہے کہ وہ اس کے ساتھ اپنی روح کو متوجہ کرتا ہے۔ اور حاسد کی روح نیند اور حالتِ بیداری میں محسود کو ایذاء پہنچانے میں متوجہ رہتی ہے اور اس سے جدا نہیں رہتا اور اس کی یہ چاہت ہوتی ہے کہ دونوں روحیں پس میں مل جائیں، تو اگر محسود کی روح بھی اس کی طرف متوجہ ہو تو دونوں کے درمیان ایک دائمی آویزش (لڑائی/فساد) کی صورت پیدا ہو جائے گی ،اور دونوں روح اس وقت تک بے چین اور بے قرار رہیں گے جب تک ایک ان میں سے ہلاک نہ ہو جائے۔ اور اگر بالفرض اس قسم کا کوئی خطرہ اس کے دل میں پیدا ہو تو اس کو مٹانے اور زائل کرنے میں مشغول ہو، یہ طرزِ عمل اس کے حق میں بہت زیادہ مفید ہو گا۔ اور باغی حاسد اپنی حالت پر باقی رہے گا کہ اس کی بعض حالت بعض کو کھائے گا، کیونکہ حسد ایک آگ کی طرح ہے اگر اس آگ کو کھانے کو کچھ نہ ملے تو ان میں سے بعض اپنے بعض دوسرے حصے کو کھا جاتی ہے۔ اور یہ وہ عظیم النفع تدبیر ہے جس کے ساتھ صرف نفوسِ شریفہ، اور بلند ہمتیں ہی ملاقات کرتے ہیں۔ اور ان میں ایک ایسی روحانی حلاوت (مٹھاس) ہے کہ جس نے ایک مرتبہ چکھ لیا ہو اس کو اپنے دشمن کے خیال میں منہمک ہونا اور اپنے قوائے روحانی اور آلاتِ فکر کو ادھر متوجہ رکھنا دشمن کی طرف سے دل اور روح کو ایک مصیبت اور عذاب معلوم ہوتا ہے اور وہ اس سے زیادہ درد دینے والی چیز نہیں دیکھتا، اور اس کو نفوسِ مطمئنہ ہی سچا جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وکالت پر راضی رہتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر پورا بھروسہ ہوتا ہے، اور وہ جانتے ہیں کہ ہماری کوششیں اللہ تعالیٰ کی کفالت کے سامنے ہیچ

ہیں، اس کے وعدے سچے اور اس کی نصرت تمام دوسرے نصرت کے اقسام سے بڑھ کر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے والا، اس سے سکون و اطمینان حاصل کرتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت اور وعدہ حق اور سچ ہے اور وہ اپنے وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا اور قول میں اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کی مدد اقویٰ، زیادہ مستحکم، اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کی مدد کا سب سے بڑا فائدہ نفس کو یا اس کے مخلوق کو ہوتا ہے اور اس کے ذریعے ہی قوت حاصل کی جاتی ہے۔

چھٹی تدبیر: رضائے الٰہی کی تلاش میں استغراق

چھٹا سبب یہ ہے کہ اپنی توجہ کو نہایت اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے پر مرکوز رکھے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اخلاص سے اس حد تک معمور کردے کہ جہاں خواطرِ نفسانی اور وساوس شیطانی کا گزر ہوا کرتا تھا وہاں پر اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے اخلاص اور اس کی خوشنودی کی طلب لبالب بھری ہو۔ اس کی مثال ایک محبّ صادق کی ہو، جس کا باطن اپنے محبوب کے خیال سے اس قدر بھرپور ہوتا ہے کہ اس میں یادِ محبوب کے بغیر اور کسی چیز کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی۔ اور اس کا دل اس کے ذکر سے اور اس کی روح اس کی محبت سے دوسری طرف نہیں پھیرتی۔

ایسی حالت میں وہ اس بات کو کب گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے قلب میں حاسد کا خیال جاگزیں ہو اور اس سے انتقام لینے کی فکر اور اس کے خلاف تدبیر کرنے میں مشغول ہو؟ ایسے خیالات صرف اس دل میں آسکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خوشنودی نے جگہ نہ بنائی ہو۔ بے شک جن دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے اخلاص نے گھر کر لیا ہے، ان کا نگہبان خود اللہ پاک ہے اور وہ دشمن کے تسلط سے محفوظ رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب ابلیس کو اپنی نجات سے مایوسی ہوئی تو اس نے بارگاہِ الہی میں عرض کی:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ([24])

ترجمہ:۔(کہنے لگا کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا سوا ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں)۔

ابلیس کی اس بات کی تصدیق کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ([25])

ترجمہ:۔جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں بدراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَo إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ([26])

ترجمہ:۔بیشک جو مومن ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں ان پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا اس کا زور انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے (وسوسے کے) سبب (خدا کے ساتھ) شریک مقرر کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ (27)

ترجمہ:۔یوں اس لئے (کیا گیا) کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں۔ بیشک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔

جو شخص اس قلعہ میں داخل ہوا وہ بڑا سعادت مند ہے، اور وہ ایسا محفوظ ہو گا کہ ہر قسم کے خوف سے امن میں رہے گا اور جس نے اس کو امن دیا ہے اس پر کوئی بوجھ نہیں ہو گا، اور دشمن اس کے قریب بھی نہیں جا سکے گا، اور یہ سب خدا کا فضل واحسان ہے یعنی!

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (28)

ترجمہ:۔یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔

ساتویں تدبیر: گناہوں سے استغفار کی تجرید (خالی ہونا)

ساتویں تدبیر گناہوں سے استغفار کی تجرید یعنی ان گناہوں سے توبہ کرنا ہے جو دشمن نے ان پر مسلط کئے ہیں کیونکہ انسان کے اکثر مصائب کا سبب گناہوں کا ارتکاب ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (29)

ترجمہ:۔اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے فعلوں سے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو (جو اس امت کے برگزیدہ ترین افراد کا مجموعہ تھا) اس طرح مخاطب کیا گیا ہے:

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ([30])

ترجمہ:۔(بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (احد کے دن کفار کے ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوچند مصیبت تمہارے ہاتھ سے ان پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آپڑی کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے (کہ تم نے پیغمبر کے حکم کے خلاف کیا۔

الغرض انسان کو جو تکلیف پیش آتا ہے وہ اس کے گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے خواہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، کیونکہ جن گناہوں کا انسان کو علم ہوتا ہے ان سے کئی گنا ایسے گناہ ہوتے ہیں جن کا اس کو علم نہیں ہوتا اور وہ ان کو بھول جاتا ہے۔ایک مشہور دعائے ماثورہ میں ہے:

اللھمّ انّی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئاواناا علم به ،واستغفرک لما لااعلم ([31])

ترجمہ:۔ یااللہ! میں تیرے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں نے دانستہ تیرے ساتھ کسی کو شریک بنایا ہو اور میں ان گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں جن کو میں نہیں جانتا۔

اس لئے بندہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے ان گناہوں کی بابت بھی استغفار (معافی اور مغفرت) طلب کرے جو اضعاف (دُگنا) ہیں اور جن کو وہ نہیں جانتا ہے اور جن کی شامت سے اس کو مصائب اور تکالیف پیش آتی ہیں۔

یہ لازمی اور ضروری بات ہے کہ جہاں بھر میں جتنی شر کی قسمیں پائی جاتی ہیں وہ بنی نوع انسان کے گناہوں اور ان کے نتائج واسباب تک محدود ہیں، اگر انسان گناہوں سے سلامت رہے تو بالضرور ان کے نتائج سے بھی سلامت رہے گا۔اس لئے اگر کسی آدمی پر دشمن مسلط ہو اور اس پر تعدی کر کے اس

کو تکلیف پہنچائے تو اس کے لئے مفید ترین تدبیر یہ ہے کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے۔ اور اس کی سعادت مندی کی علامت یہ ہے کہ اپنے دشمن سے انتقام لینے کی سوچ اور فکر کرنے کی بجائے اپنے نفس، اپنے گناہوں اور اپنے عیوب پر نظر رکھیں اور ان سے تائب ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح میں مشغول ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت اور اس کی نصرت فرمائے گا۔ ایک انسان کی سعادت مندی، یا اس پر نازل ہونے والے مشکلات، یا اس پر مرتب ہونے والے اثرات نہیں آتے مگر توفیق اور ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہ جسے دیتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جس سے اللہ تعالیٰ روکے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ ان تمام چیزوں کی توفیق دینے والا کوئی نہیں، نہ اس کی معرفت کی، نہ اس کے ارادہ کی، اور نہ اس پر قدرت کی۔

آٹھویں تدبیر: صدقہ اور نیکی کا عمل لازم گرداننا

آٹھویں تدبیر یہ ہے کہ انسان صدقہ اور احسان کو امکان کی حد تک لازم کرے کیونکہ ان دونوں چیزوں کا بلا، مصیبت، نظرِ بد اور حسد کے شر کو دفع کرنے میں اثر حیرت انگیز ہوتا ہے۔ زمانۂ قدیم اور زمانۂ حال میں لوگوں نے تجربے کئے اور اب یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ صدقہ دینے والے اور نیکی کرنے والے اشخاص نظرِ بد اور حسد کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اگر ان کو اس سے کوئی تکلیف اور مصیبت پہنچ بھی جائے تو اس کی عاقبت (خاتمہ) محمود ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اس کی تائید ان کے شاملِ حال رہتی ہے صدقہ دینے والے محسن کے لئے اس کا صدقہ اور احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قلعہ اور ایک قوت ہے جو اس کا محافظ ہوتا ہے۔

مختصر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر نعمت کو زوال سے محفوظ رکھتا ہے اور نعمت کے زائل ہونے کی ایک قوی ترین تدبیر حاسد کا حسد اور بد نظری کرنے والا ہے جن کے دل محسود سے نعمت کے زائل

ہوئے بغیر ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ جب وہ ان نعمتوں کے زوال کو دیکھتے ہیں تو اس کے دل کی آگ بجھ جاتی ہے۔ تو ایک بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے جیسا محافظ نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو زائل کرتا ہے) جیسا عمل نہیں ہے اور اسی کا نام کفرانِ نعمت ہے جس کا مآل بعض اوقات یا اکثر اوقات کفر ہوتا ہے۔ تو محسن اور صدقہ دینے والا ایک جماعت اور لشکر سے خدمت کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ اس کی طرف سے اس کا مقابلہ کریں اور وہ خود اپنے بستر پر مزے کی نیند اڑائے۔ اور جس کا کوئی لشکر یا جماعت نہ ہو اور اس کا دشمن بھی ہو تو شاید کہ عنقریب اس پر اس کا دشمن اس کے خلاف کامیابی حاصل کرے، اگرچہ کامیابی کی مدت میں ذرا تاخیر آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

نویں تدبیر: حاسد کی آگ، ظلم اور تکلیف کو احسان کے ذریعے دور کرنا

نویں تدبیر (جو تمام اسباب میں نفس پر سب سے مشکل اور سب سے بھاری ہے، اور جس کی توفیق صرف اس شخص کو ملتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک بڑا حصہ دیا ہو) یہ ہے کہ حاسد کی آگ، اس کا ظلم اور اس کی طرف سے تکلیف کو احسان کے ذریعے دور کیا جائے۔ اور جس قدر وہ تعدی (ظلم) میں زیادتی کرے اتنا ہی اس کے ساتھ احسان زیادہ کرے اور اس کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرکے اس کی اعانت، خیر خواہی اور شفقت کا سلوک کرے۔ لیکن دشمن سے ایسا سلوک کرنا نفس پر نہایت شاق گزرتا ہے اور اس لئے بہت کم خوش نصیب اور سعادت مند لوگوں کو ایسا کرنے کی توفیق ملتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ0 وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ 0وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ([32])

ترجمہ:۔اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے۔اور یہ بات انہیں لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں،اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو خدا کی پناہ مانگ لیا کرو بیشک وہ سنتا (اور) جانتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ربّانی ہے:

أُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ([33])

ترجمہ:۔ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آپ حضور ﷺ کی اس حالت پر غور کیجئے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک نبی علیہ السلام (بعض کے نزدیک اس سے نوح علیہ السلام مراد ہے جب کہ بعض کے نزدیک یہ حضور ﷺ اپنا حال بیان فرما رہا ہے) کا حال بیان فرمایا کہ اسکی قوم نے راہِ حق میں اس کو پتھروں سے مار مار کر خون آلود کیا تو اس نے اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے کہا:

اللھمّ اغفرلقومی فانھم لایعلمون (34)

ترجمہ:۔اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

اس پیغمبر نے کس طرح ایک ہی جملے میں احسان کے چار طرح مقامات کو جمع کیا جس نے ان کی بڑے بڑے گناہوں کے مقابلے میں ان کے ساتھ یہ احسانات کئے۔

(۱)ایک یہ کہ ان کی سخت ترین برائی کو معاف کیا۔

(۲)یہ کہ ان کے لئے بخشش طلب کی۔

(۳)یہ کہ ان کے لئے ایک عذر پیش کیا کہ وہ نہیں جانتے۔

(۴)یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو زیادہ قریب لانے کے لئے ان کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا(اغفرلقومی)(یعنی میری قوم کو معاف کرو) جیسے کوئی شخص کسی حاکم کے پاس سفارش کرتے ہوئے کہتاہے کہ یہ میرابیٹاہے، میراغلام یامیرادوست ہےاس کے حق میں میری سفارش قبول کرو۔

اب وہ کون سی چیز ہے جو نفس پر زیادہ آسان ہو،اس کو اچھا لگے اور اس پرانعام کرے۔تو سمجھو کہ اے مخاطب! تم اپنے دل میں سوچ لو کہ آخر تم نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرکے بہت سے گناہ کئے ہیں جن کی سزاء سے تم خائف ہو اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش کے تم امیدوار بھی ہو،اور اس معافی کی امید پر اکتفاء نہیں کرتے،بلکہ تم یہ بھی چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل اور انعام فرمائے،اور تم پر تمہاری اپنی امیدوں سے بڑھ کر احسان کرکے تم کو فائدہ پہنچائے۔جب تم اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے یہ سلوک چاہتے ہو تو اس سے پہلے تم کو چاہئے کہ خود اپنے حاسدوں اور بدخواہوں

سے (جو تمہارے گناہگار ہیں) عفو واحسان کا سلوک کرے۔یقین کامل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے ایساہی سلوک کرے گا کیونکہ جزاء(بدلہ) عمل کے جنس سے ہوتی ہے۔تو جیسا تم لوگوں کے ساتھ برائی کے دوران جو عمل کروگے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تمہارے گناہوں اور برائیوں میں ایساہی پورا معاملہ کرے گا،تو ان سے اس کے بعد انتقام لے لو، یا اس کو معاف کردو، یا اس کے ساتھ احسان کرو،اور یا اس کو چھوڑدو، جیسا معاملہ کروگے، تمہارے ساتھ بھی ایسا معاملہ ہوگا،اور جیسا تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ جو عمل کروگے آپ سے بھی ایساہی ہوگا۔تو جب کوئی یہ معنی سوچ لیں اور اس کے ساتھ اپنی سوچ مشغول رکھیں، تو اس کے لئے اس شخص کے ساتھ احسان کرنا آسان ہوگا جس نے اس کے ساتھ برائی کی ہے۔اور یہ چیز اور خاصیت صرف اس شخص کو ہی حاصل ہوتی ہے جس کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی معاونت اور مدد ہو۔

جیسا کہ مروی ہے کہ کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے قرابت والوں کی شکایت کی کہ میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

لایزال معک من اللہ ظهیر،مادمت علیٰ ذلک (35)

ترجمہ:۔"جب تک تم اس عمل پر قائم رہوگے،اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک (غیبی) مددگار رہے گا"۔

قطع نظر آخرت کے ثواب اور اجر کے اس دنیا میں بھی ایسا شخص لوگوں میں ہر دل عزیز ہوتا ہے اور وہ اس کے ثناخوان رہتے ہیں اور دشمن کے مقابلے میں وہ ہمیشہ اس کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ جو شخص کسی دوسرے کے ساتھ احسان کرتا ہے اور وہ اس سے برائی کرتا ہے، تو ہر ایک شخص فطری طور پر اوّل

الذکر (محسِن) کا ساتھ دے گا اور دوسرا (برائی کرنے والا) اس کے نزدیک قابل ملامت ہوگا اس لئے دشمن کے ساتھ احسان کرکے تم نے گویا نا معلوم طور پر اپنے لئے ساتھیوں اور مددگاروں کا ایک بڑا لشکر بنالیا جو نہ اس کو پہچانتے ہیں اور نہ وہ ان کو پہچانتے ہیں، اور وہ نہ تم سے تنخواہ مانگتے ہیں اور نہ روٹی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

محسِن کے دشمن اور حاسد کے لئے ایسی حالت میں دو صورتیں اور حالتیں ہیں!

ایک صورت اور حالت یہ ہے کہ وہ اس کے متواتر احسانات سے متاثر ہو کر حسد چھوڑ دے اور اس کا احسان مند بن جائے۔ اس صورت میں وہ دونوں شیر و شکر ہو کر ایک دوسرے کے دوست بن جائیں گے اور لوگوں کی نظر میں بھی یہ حاسد محبوب بن جائے گا۔ اور اگر بالفرض اس کا خبثِ نفس اس کو حسد چھوڑنے نہیں دیتا اور وہ اپنے محسود کو ضرر و تکلیف پہنچانے سے باز نہیں آتا تو اس کا انجام یقیناً ہلاکت ہی ہوگا، اور اس کو محسِن کے احسان کے بدلے میں سخت انتقام سے گزرنا پڑے گا۔ اور جس نے بھی اس کام کا تجربہ کیا ہے اس نے حق کی معرفت ضرور کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا اور بہترین مددگار ہے، تمام نیک کام اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کے سِوا کوئی معبود نہیں ۔ اور وہ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو اپنے فضل و احسان سے اس کام (احسان کرنے) کی توفیق دے۔

دسویں تدبیر: عالمِ اسباب کو نظر انداز کرکے خالقِ حقیقی کو نفع و ضرر کا مالک سمجھنا

دسویں تدبیر (جو ان تمام اسباب کا جامع ہے اور سب کا مدار اسی پر ہے) یہ ہے کہ تمام ظاہری اسباب سے اپنی نظر کو آگے بڑھا کر مسبّب الاسباب پر اپنی نظر جمانا، اور اس بات کا یقین رکھنا کہ یہ تمام علل

واسباب ہوا کے حرکات کی مانند ہیں اور اس کو حرکت دینے والا ایک ذات موجود ہے جو ان کا پیدا کرنے والا اور ان کو وجود بخشنے والا ہے اور دنیا میں کوئی کسی کو نفع اور نقصان اس کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچا سکتا۔ وہی کسی کے دل میں ڈالتا ہے کہ تم سے احسان کرے اور کسی کے دل میں ایسی صفت پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ برائی کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔اس کے سِوا کوئی دوسرا معبودِ حقیقی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ([36])

ترجمہ :۔اور اگر خدا تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

واعلم ان الامة لواجتمعوا علیٰ ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الابشئی کتبه الله لک،ولواجتمعوا علی ان یضروک بشئی لم یضروک الابشئی کتبه الله علیک ([37])

ترجمہ :۔ تم جان لو کہ اگر تمام لوگ اکٹھے ہو کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہیں،اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر نہ کیا ہو تو وہ ہر گز تم کو نفع نہیں پہنچا سکیں گے اسی طرح اگر وہ سب اکٹھے ہو کر تم کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تقدیر میں نہیں لکھی ہے تو وہ ہر گز تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔

جب انسان اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ لے اور اپنی توحید کو خالص کر لے تو اس کے دل سے ماسویٰ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) کا خوف نکل جاتا ہے، بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور وہ

اس کو خوف سے امن دیتا ہے۔ اور اس کے دل سے خوف کا اہتمام، اشتغال اور فکر نکال دیتا ہے اور اس کو خالص اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت (خوف)، انابت (رجوع) توکل (بھروسہ) اور ذکر اللہ کے ساتھ غیر کے علاوہ مشغول کر دیتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنے آلاتِ فکریہ کو دشمن سے ڈرنے اور اس سے انتقام لینے کے خیال میں صرف کرے تو اس سے اس کی توحید میں نقصان آجائے گا جس کو وہ ہمیشہ خالص اور کامل رکھنا چاہتا ہے اور اس حالت میں خود اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت اور نصرت فرماتا ہے اور اس کو حاسدوں اور دشمنوں کے شر سے بچاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی حمایت فرماتا ہے، اس لئے اگر کسی شخص کا ایمان کامل ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی حمایت کرے گا کیونکہ اس کے وعدے سچے ہیں اور ان کے خلاف ہونا ناممکن ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ اس کی حمایت کماحقہ نہیں فرماتا ہے تو یقین سمجھ لو کہ اتنا ہی اس کا ایمان ناقص ہو گا۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص بالکلیہ اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی بالکلیہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور جو شخص بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ لیکن جو شخص کبھی کبھی خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی کبھی کبھی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

الغرض توحید ایک مستحکم قلعہ ہے جو شخص اس کے اندر داخل ہوا وہ تمام بلیّات، آفات اور مصائب سے مامون ہو گا۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ ہر ایک چیز سے ڈرتا ہے۔"

خلاصۃ البحث

حسد دوسری جسمانی بیماریوں کی طرح ایک مہلک روحانی بیماری ہے، جس کا اثر صرف حاسد کی جسم ،روح اور زندگی پر نہیں پڑتا، بلکہ اس سے معاشرے کے دوسرے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں۔اس لئے قرآن وحدیث میں اس سے سخت پناہ مانگی گئی ہے،اور مسلمانوں کو بھی پناہ مانگنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ حاسد ایک انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت کا مقابلہ حسد سے کرتا ہے جو کہ ایک ممنوع عمل ہے اس لئے کہ حاسد کی چاہت محسود سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا زوال ہوتا ہے، خواہ اس کو وہ نعمت مل جائے یا نہیں جب کہ اس نعمت کا حصول وہ رشک کی صورت میں بھی کر سکتا ہے جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ محسود سے نعمت بھی زائل نہ ہوگا اور حاسد کو وہ نعمت مل جائے گا،اور یہ ایک مشروع اور جائز عمل ہے،اس صورت میں وہ ایک مہلک گناہ اور بیماری سے محفوظ رہے گا۔اس کے علاوہ مذکورہ پورے دس وہ بہترین تدابیر ہیں جن کے ذریعے حاسد اور نظرِ بد لگانے والے کے شر کو دفع کیا جاسکتا ہے،اور حاسد خود بھی حسد جیسی موذی بیماری سے بچ کر دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی ذلت اور رسوائی کی بجائے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین اجر وثواب کا مستحق بن سکتا ہے، جو کہ ایک یقینی اور حقیقی کامیابی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1) یہ زرع کی طرف منسوب ہے جو کہ شام کے جنوب میں حوران کا ایک گاؤں ہے۔ سخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن، **الضوء اللامع لأهل القرن التاسع**، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ج۱۱/۲۰۴

(2) دمشق:۔ یہ شام کا ایک مشہور شہر (دارالحکومت) ہے اور اس کو خوبصورت عمارات، سرسبزی، پھلوں کی بہتات اور پانی کی کثرت کی وجہ سے "جنۃ الارض" (زمینی جنت) کہا جاتا ہے۔اور اس کو دمشق اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں کے لوگوں نے اس کے تعمیر میں کافی تیزی کا مظاہرہ کیا تھا۔ جیسے اہل عرب کہتے ہیں۔ ناقۃٌ دِمشقٌ یعنی تیز اونٹنی۔ جبکہ اہل

سیر کہتے ہیں کہ دماشق بن قانی بن مالک بن ارفخشذ بن سام بن نوحؑ کے نام پر اسے دمشق کہا جاتا ہے۔الحموی، شھاب الدین أبو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی(م:62ھ)**معجم البلدان**،دِمَشْقُ الشّام، دار صادر، بیروت، 1995م، ج2، ص463

(3)یہ مدرسہ دمشق میں "سوق البزوریہ" میں واقع ہے جس کا پرانا نام "سوق القمح" ہے اس مدرسے کے بقایاجات اب بھی ہیں۔ابن بدران، عبدالقادر بن أحمد بن مصطفی بن عبدالرحیم بن محمد بدران(م:1346ھ)**منادمة الأطلال ومسامرة الخيال**، محقق: زهير الشاويش المكتب الإسلامي—بیروت(لبنان)،1985م، عدد الأجزاء: 1، ج۱، ص۲۲۷
(4)۔الصفدی، صلاح الدین خلیل بن أیبک الصفدی(م:764ھ)،**الوافي بالوفيات،ابن ابی بکر**، دار احیاء التراث—بیروت،1420ھ- 2000م، ج۲، ص۱۹۵۔

(5)شام: یہ شہر طولاً فرات سے عریش تک اور عرضاً طیء کے پہاڑوں سے لے کر بحر روم تک ہے۔نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ شام اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے منتخب شہر ہے اور اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں کو لایا جاتا ہے۔شام وہ پاک زمین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کا منزل اور وحی کا مہبط بنایا ہے اس کی آب و ہوا اچھی، پانی میٹھا اور لوگ ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے نیک ہیں۔القزوینی، زکریا بن محمد بن محمود(م:682ھ)**آثار البلاد وأخبار العباد،الشام**، دار صادر—بیروت، عدد الأجزاء: 1، ج۱، ص۲۰۵۔۲۰۶ ملخصًا۔
(6)أبو زيد، بكر بن عبد الله،**ابن قيم الجوزية حياته آثاره موارده**، دار العاصمة۔۱۴۲۳ھ، ص۲۱۔

(7):۔ابن تیمیہ: ابو عبداللہ محمد بن ابی القاسم الخضر بن محمد بن الخضر علی بن عبداللہ المعروف بابن تیمیہ المقلب فخر الدین الخطیب الواعظ الفقیہ الحنبلی۔آپ اواخر شعبان ۵۴۲ھ کو حران شہر میں پیدا ہوئے وہاں پر فقیہ ابوالفتح احمد بن ابوالوفاء، ابوالفضل حامد بن ابوالجحر سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور پھر بغداد چلے گئے ابوالفتح نصر بن المنی، ابوالعباس احمد بن بکروس سے فقہ سیکھا۔وہ ایک عظیم شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کثیر التصانیف مصنف بھی ہے۔وہ ۱۱ صفر المظفر ۶۲۱ھ کو حرّان میں وفات ہوئے۔ ابن کثیر(۷۷۴ھ)، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری، البدایہ النہایہ، ج۱۴، ص۱۳۵، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۸

(8)اس سے مراد دمشق کی تاریخی جامع مسجد ہے جو اپنی حسن، رونق اور شاندار ماضی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے، اس کی لمبائی دو سو اٹھاسی (۲۸۸) اور چوڑائی ایک سو اسی (۱۸۰) ذراع ہے۔ السیرافی، أبوزید حسن بن یزید (م: بعد330ھ) **رحلة السیرافي، مدینة دمشق**، ج1، ص100۔102، ناشر مجمع الثقافی، أبوظبی: 1999م

(9) مقبرۃ باب الصغیر: دمشق شہر کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک کا نام باب الجابیہ اور دوسرے کا نام باب الصغیر ہے ان دونوں کے درمیان یہ مقبرہ ہے جس میں صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے شہداء کی کثیر تعداد مدفون ہے جس میں امّ المؤمنین امّ حبیبہؓ بنت ابّوسفیانؓ، امیر المؤمنین معاویہؓ بن سفیانؓ، بلال حبشیؓ، اویس قرنیؒ اور کعب الاحبارؓ شامل ہیں۔ ابن بطوطہ، محمد بن عبد اللہ بن محمد بن إبراھیم اللواتی الطنجی، أبو عبد اللہ، ابن بطوطہ (م: 779ھ)، **رحلة ابن بطوطة، ذکر أبواب دمشق، ج۱، ص۳۱۹**، ناشر: أکادیمیہ المملکة المغربیة، الرباط: 1417ھ

(10) ولیدُ بن حُسَیني بن بَدَوِي بن مُحَمَّدٍ الأموِيّ، معجم أصحاب شیخ الإسلام ابن تیمیة ج1، ص146، ناشر وسطن۔

(11):۔القرآن: الفلق ۱۱۳، ۵

(12):۔السِّجِستانی، أبوداود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدی (م: 275ھ-) **سنن أبي داود ج4، ص276، باب في الحسد، حدیث نمبر 4903**، ناشر: المکتبة العصریة، صیدا– بیروت (لبنان) سطن۔

(13):۔ابو الفضل، مولانا عبد الحفیظ بلیاویؒ، استاذ ادب ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ مصباح اللغات ص ۱۵۲، المصباح ۱۶۔اردو بازار لاہور، پاکستان سطن۔

(14):۔کیرانوی، مولانا وحید الزمان قاسمیؒ، استاد حدیث وادب دار العلوم دیوبند، القاموس الوحید ج۱، ص ۳۳۶۔ادارۂ اسلامیات لاہور پاکستان سطن۔

(15):۔أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، الملقب بفخر الدین الرازی خطیب الری (م: 606ھ) مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر ج3، ص647، ناشر: دار إحیاء التراث العربي– بیروت (لبنان)

(16):۔القرآن: ابراہیم ۱۴، ۳۹

(17):۔القرآن: الاعراف ۷، ۲۰۰

(18):القرآن: حمٓ السجدۃ ۴۱، ۳۶

(19):۔القرآن: غافر ۴۰، ۸۵

(20):۔القرآن: آل عمران ۳، ۱۲۰

(21):۔الترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سَوْرۃ بن موسی بن الضحاک (م:279ھ۔) سنن الترمذی، ج4، ص 667،

حدیث نمبر2516، ناشر: شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر، 1395ھ/1975م۔

(22):۔القرآن: الحج ۲۲، ۶۰

(23):۔القرآن: الطلاق ۶۵، ۳

(24):۔القرآن: صٓ ۳۸، ۸۲، ۸۳

(25):۔القرآن: الحجر ۱۵، ۴۲

(26):۔القرآن: النحل ۱۶، ۹۹، ۱۰۰

(27):۔القرآن: یوسف ۱۲، ۲۴

(28):۔القرآن: الجمعہ ۶۲، ۴

(29):۔القرآن: الشوریٰ ۴۲، ۳۰

(30):۔القرآن: آل عمران ۳، ۱۶۵

(31):۔ابو عبداللہ، البخاری، محمد بن اسمٰعیلؒ بن ابراہیم ابن المغیرۃ بن بردِزبۃ [م:256ھ] الادب المفرد ، باب، فضل الدعاء۔ ناشر: مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، 716، ص حدیث نمبر1 بالتعلیقات،، ص377، ج 1 الریاض، 1419ھ- 1998م۔

(32):۔القرآن: فصلت ۴۱، ۳۴، ۳۵، ۳۶

(33):۔القرآن: القصص ۲۸، ۵۴

(34):۔ابوعبداللہ،البخاری، محمد بن اسمٰعیلؒ بن ابراہیم ابن المغیرۃ بن بردِزبۃ[م:۲۵٦ھ]الادب المفرد ،باب، فضل الدعاء۔ ناشر: مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع،الریاض، 3477،حدیث نمبر175،ص4 بالتعلیقات،ج 1419ھ- 1998م۔

(35):۔ محمود محمد خلیل،المسند الجامع ج12،ص149،حدیث نمبر9327،ناشر: دارالجیل للطباعۃ والنشر والتوزیع،بیروت(لبنان)،الشرکۃ المتحدۃ لتوزیع الصحف والمطبوعات،الکویت،1413ھ- 1993م

(36):۔القرآن: یونس۱۰،۱۰۷

(37):- الترمذی،ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سَوْرۃ بن موسی بن الضحاک(م:279ھ۔)سنن الترمذی،ج4،ص 667،حدیث نمبر2516، ناشر: شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر، 1395ھ/1975م۔